www.KitaboSunnat.com

عبد الكريم إبراهيم صالح*
مترجم: فواد بھٹوی☆، احسان الٰہی ظہیر☆☆

معانی و بلاغت پر قراء ات کے اثرات

سبعہ احرف کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے متنوع اسالیبِ تلاوت کی جو آسانی دی، عرضۂ اخیرہ میں 'مترادفات' کے منسوخ ہو جانے کے بعد اب اس کی دو صورتیں باقی ہیں: پہلی صورت قرآن کریم میں متعدد لہجاتِ عرب کی اجازت سے تعلق رکھتی ہے جسے اصطلاح میں 'اصولی اختلافات' کا نام دیا جاتا ہے، جبکہ دوسری صورت معانی کی وضاحت کیلئے کلمات کے اختلافات پر مشتمل ہے جسے 'فرشی اختلافات' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دوسری صورت کو قبول کرنے میں بعض حضرات تأمل کا شکار ہوتے ہیں، حالانکہ قراء توں کی نوعیت کا یہ دوسرا اختلاف قرآن مجید کی وضاحت وبلاغت سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ بات کو مختلف اسالیب میں بیان کرنا علم فصاحت و بلاغت ہی کا دوسرا نام ہے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ متنوع قراء ات کا انکار کرتے ہیں وہ اختلافِ قراء ات کی اس نوعیت سے کیوں تشویش رکھتے ہیں حالانکہ بذات خود روایتِ حفص میں ایک بات کو مختلف مقامات پر دو، تین یا اس سے بھی زیادہ اسالیب سے بیان کیا گیا ہے۔ اس وقیع موضوع پر مطالعہ کیلئے شمارہ ہذا میں ادارہ کے فاضل رُکن قاری مصطفیٰ راسخ کے مضمون 'متنوع قراء ات کا ثبوت ...... روایت حفص کی روشنی میں' کی طرف بھی رجوع کرنا چاہئے تاکہ زیر بحث موضوع کے جمیع پہلوؤں کا احاطہ ہو سکے۔ [ادارہ]

قرآن کریم ایک معجزہ ہے جو عرب کے بت پرستوں (جن کو اپنی زبان دانی، فصاحت و بلاغت پر فخر تھا، ان) کی تیز چلنے والی زبانوں کو بند کرنے کے لیے، بھٹکے ہوؤں کو راہِ راست پر لانے کے لئے، بیماروں کو شفایابی اور زنگ آلود دلوں کے زنگ کو دور کرکے سونے کی طرح چمکتا ہوا بنانے کے لیے نازل کیا گیا۔ اس کتاب کی دیگر کتب سے اِنفرادیت یہ ہے کہ یہ اپنے اَندر کئی اعجازات کو لیے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک محیرالعقول اعجاز یہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ کے کئی معانی اور مفہوم ہیں اور ان معانی و مفاہیم کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ربط اور تعلق ہوتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں ان مفاہیم و معانی کو قراء ات کہا جاتا ہے۔ ہر مسئلے کے لیے کوئی نہ کوئی نص اور دلیل ہوتی ہے لیکن وہ صرف اسی مسئلے کے مؤید اور ثابت کرنے والی ہوتی ہے جبکہ قرآن کی ایک ایک نص (آیت) کو کئی مسائل کی دلیل اور مؤید بنایا جاسکتا ہے۔ ایک قراء ت کے مطابق پڑھیں تو اس میں ایک مسئلہ ثابت ہوگا اور جب اسی آیت یا لفظ کی

* اسسٹنٹ پروفیسر کلیہ القرآن الکریم، جامعہ اَزہر، رُکن لجنة مراجعة المصحف بمجمع البحوث الإسلامية
☆ متعلّم كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ
☆☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، متعلّم كلية الحديث، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قراءت کو دیکھیں تو اس سے دیگر مسائل بھی ثابت ہوتے ہیں۔ یہ قراءات کا اعجاز ہے جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

قرآن کریم اپنے مضامین اور معانی و مفاہیم کے اعتبار سے تو معجزہ ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ الفاظ وکلمات، اُسلوب نگارش اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی اس قدر عظیم معجزہ ہے کہ قیامت تک آنے والے جن وانس اس کی ایک آیت جیسا کلام بھی بنانے پر قادر نہیں۔

بہت سے غیر مسلم اور مستشرقین یہ ثابت کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل ہیں کہ قرآن حکیم بھی دیگر کتب سماویہ کی طرح محرف ہے۔ انہی کے پیدا کردہ اشکالات کا شکار ہوکر کچھ مسلمان متجددین اور کم علم لوگ یہ سمجھنے لگے کہ قرآن کریم میں اضافہ ہو چکا ہے (جو کہ تحریف کی ہی ایک شکل ہے) اور پوری اُمت جن قراءات متواترہ میں قرآن کریم کو پڑھ رہی ہے یہ دراصل فتنۂ عجم کی باقیات اور عجمیوں کا کیا ہوا اضافہ ہے۔ چنانچہ ایک نئے متجدد جاوید احمد غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''مدرسۂ فراہی کے اکابر اہل علم نے جو کام اس زمانے میں قرآن پر کیا ہے اس سے یہ بات بالکل مبرہن ہوجاتی ہے کہ قرآن کا متن اس کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا۔'' [المیزان، باب اصول ومبادی:۲۹]

گویا جناب جاوید احمد غامدی روایتِ حفص کے علاوہ باقی تمام قراءاتِ متواترہ کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ ان کو انکارِ قراءات (جو کہ دراصل انکارِ قرآن ہے) اور استخفاف حدیث کا علم ان کے اُستاد امین احسن اصلاحی سے ورثہ میں ملا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کسی دوسری قراءت پر قرآن کی تفسیر کرنا اس کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کئے بغیر ممکن نہیں۔'' [تدبر قرآن:۸/۸]

ان دعاوی کا علمی اعتبار سے جائزہ لینے سے پہلے ہم چند ایک اصولی باتیں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو کہ قارئین کے ملحوظ نظر رہنی چاہئیں۔

① دنیا بھر میں قرآن کریم مختلف قراءات میں پڑھا جاتا ہے مثلاً مراکش اور افریقہ کے وسطی علاقوں میں امام ورش کی روایت میں، اور لیبیا اور تیونس کے علاقوں میں روایت قالون میں۔ مزید برآں پوری دنیا کے دینی مدارس اور عرب یونیورسٹیوں میں قراءات متواترہ پڑھائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سعودی عرب کی حکومت کے تحت ادارہ 'شاہ فہد قرآن کمپلیکس' مختلف قراءات میں قرآن کریم کو طبع کر رہا ہے۔ اگر یہ قراءات منزل من اللہ نہیں ہیں اور اس کے باوجود یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ حفاظت قرآن باطل ثابت ہوگیا اور قرآن میں تحریف ہو چکی ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے کہ قرآن کریم میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی ہوئی ہے۔

② جو لوگ قراءات کے منکر ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی علم قراءات حاصل نہیں کیا۔ علم قراءات تو درکنار

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت حفص جسے یہ لوگ قراءتِ عامہ اور اصل قرآن سمجھتے ہیں وہ بھی ٹھیک طرح سے پڑھنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک جاہل شخص کسی علم کی صحت وسقم پر کیونکر بحث کرسکتا ہے۔ یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی نابینا صرف اپنے اندھے پن کی وجہ سے کسی چیز کے وجود کا ہی انکار کردے حالانکہ ان اشیاء کے وجود وعدم کا فیصلہ بینا شخص ہی کرسکتا ہے۔ اور علم طب سے نابلد کوئی شخص کسی دوا کے خواص پر بحث کرے حالانکہ اس کا حقدار تو صرف ایک ماہر طبیب ہی ہوسکتا ہے۔ بالکل اسی طرح قراءات کی حجیت وعدم حجیت کا فیصلہ بھی صرف ماہرین قراءات ہی کر سکتے ہیں۔

③ قراءاتِ متواترہ کی قطعیت پر اُمت کا اجماع ہے اور چونکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں لہٰذا ان کے ثبوت کے بارہ میں بحث کرنا بعید از علم اور مبنی بر جہل فعل ہوگا۔

④ قراءاتِ متواترہ کو بلاغت قرآن کے خلاف کہنے والے اپنے دعویٰ پر ایک بھی دلیل پیش نہیں کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب امین احسن اصلاحی صاحب نے کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی کہ جس میں قراءات کی وجہ سے، قرآن کی بلاغت، معنویت یا حکمت مجروح ہونے کا ثبوت ہو۔ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ بے بنیاد اور باطل ہے۔

ہم اپنے اس مضمون میں انشاء اللہ یہ ثابت کریں گے کہ قراءات متواترہ قرآن کریم کی بلاغت کے منافی نہیں بلکہ اس کے اعجاز بیان میں مزید اضافہ کرتی ہیں لیکن اس سے پہلے ہم جناب غامدی صاحب کی عربی دانی سے پردہ اٹھاتے ہیں تاکہ قارئین موصوف کے علمی مقام کو پہچان سکیں اور یہ جان جائیں کہ وہ بلاغت قراءات پر جرح کرنے کے کس قدر حقدار ہیں۔

سہ ماہی 'ساحل' کے شمارہ جات اپریل، جولائی ۲۰۰۷ء میں فاضل مضمون نگار جناب ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی صاحب نے جناب غامدی کی عربی تحریروں کا جائزہ پیش کیا اور ثابت کیا ہے کہ جناب غامدی ایک جملہ بھی صحیح عربی زبان میں لکھنے پر قادر نہیں۔ یہاں ہم انہی مضامین میں سے چند ایک مثالیں بطور ''مشتے نمونہ از خروارے'' پیش کررہے ہیں۔

غامدی صاحب کی تحریر "الوضع السياسي للأمة المسلمة" کے چند 'بلاغی شاہکار' درج ذیل ہیں:

غلط	درست
①......لم يكن الزعماء السياسيين	لم يكن الزعماء السياسيون
②......لم يبقى لهم الدعوة	لم يبق / لم تبق لهم الدعوة
③......أن السياسة بالنسبة له مجالاً ثانوياً للعمل	أن السياسة بالنسبة له مجال ثانويّ

ان کی تحریر "مبدء الجهاد" سے چند نمونے:

① فينهزم المنكرين	فينهزم المنكرون
② وجعلها في موقع مختلفة	وجعلها في موقع مختلف
③ فالمقاتلين فيها أفضل على غيرهم	فالمقاتلون فيها أفضل من غيرهم
④ قال به النبي ﷺ بأسلوب الجميل	بأسلوب جميل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ إن لجميع الحرمات قصاص	إن لجميع الحرمات قصاصاً
⑥ إن كان قوم يظلم مسلمين وهم معاهدين	وهم معاهدون

درج بالا شہ پاروں کو دیکھ کر قارئین بخوبی جان چکے ہوں گے کہ جو شخص علم نحو کے بالکل ابتدائی قواعد کو نہیں جانتا وہ علم بلاغت (جو کہ دراصل علم نحو کی ارتقائی صورت ہے) سے کتنا واقف ہوگا کہ بلاغت قراءات پر جرح کر سکے۔

ان قراءات قرآنیہ کے اعجازات کا شریعت کے کئی مسائل میں اثر نمایاں اور واضح ہے۔جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

❶ قراءاتِ قرآنیہ کا عقیدہ کے مسائل پر اثر

اس میں چار قسمیں شامل ہیں:

① توحید کے متعلق	② افعال عباد کے متعلق
③ نبوت کے متعلق	④ سمعیات کے متعلق

① قراءاتِ قرآنیہ کے توحید پر اثرات

توحید کا ثبوت مختلف طریقوں سے: مثلاً ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحہ:۴] میں پہلی قراءت اسم فاعل کے وزن پر ﴿مٰلِكِ يوم الدين﴾ ہے یہ قراءت عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر سے نقل کی گئی ہے۔[النشر:۲۷۱/۱، فتح الوحيد للسخاوي:۱۷۵]

دوسری قراءت: ﴿مَلِكِ يوم الدين﴾ الف کو گرانے اور 'حَذِرِ' کے وزن پر عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر کے علاوہ باقی قراء سے نقل کی گئی ہے۔[النشر:۲۷۱/۱، فتح الوحيد للسخاوي:۱۷۵]

اِستدلال

① اگر مٰلِكِ (اسم فاعل کے وزن پر) پڑھیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ اور حاکم مطلق ہے جو اپنی تمام مملوکہ اشیاء میں اپنی منشاء سے تصرف کرتا ہے، اور قیامت کے دن کرے گا جس دن کسی کو کسی چیز میں تصرف کرنے اور حکم چلانے کی اجازت نہ ہوگی۔

② اگر مَلِكِ ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ ایسا حاکم جو اپنی ملکیت میں اوامر ونواہی کے ساتھ تصرف کرے۔یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دنیا کے دیگر بادشاہوں کی بنسبت ارفع واعلیٰ اور عزت وتکریم میں ہوگا جبکہ یہ دنیا کے بادشاہ اور حکمران دنیا کے برعکس (ذلیل وخوار) ہوں گے۔

② قراءاتِ قرآنیہ کے اعجاز کا افعال عباد میں اثر

قراءاتِ قرآنیہ کا افعال عباد میں گہرا اثر ہے۔اگر قرآن کریم کے ایک لفظ کو پڑھ کر کسی کم فہم شخص کے ذہن میں کوئی اعتراض اٹھتا ہے تو اس کو یا تو اسی قراءت سے جواب دیا جائے گا، یا پھر کسی دوسری قراءت سے اس لفظ کا معنی کھل کر سامنے آجائے گا اور معترض کے اعتراض کا جواب بھی مل جائے گا۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴾ [مریم:۱۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں دو قراءتیں ہیں۔

① ﴿لِأَهَبَ﴾ ہمزہ کے ساتھ یہ باقی قراء کی قراءۃ ہے۔

② ﴿لِيَهَبَ﴾ 'یا' کے ساتھ یہ ورش، ابوعمرو، یعقوب اور قالون کی قراءۃ ہے۔

[إيزار المعاني:۵۸۲،النشر :۳۱۷/۲]

درج بالا دو قراءتوں کی توجیہ

پہلی قراءت کی توجیہ: جو قراءۃ ہمزہ ﴿لأهب﴾ کے ساتھ ہے یہ ایک ظاہری اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ اولاد دینے والا تو مالک کائنات ہے جو کہ بے اولادوں کو اولاد ہبہ کرتا ہے۔ لیکن اس آیت کریمہ میں جبریل علیہ السلام وہبیت اولاد کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں۔

جواب: جبریل علیہ السلام کا ﴿ لأهب لك ﴾ کہنا مجاز عقلی کے طریق سے ہے نہ کہ معنی حقیقی کے اعتبار سے۔ گویا ﴿لأهب لك﴾ کہنے سے ایک وہبیت اولاد کے سبب کی طرف اشارہ کر دیا جو کہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ اور فعل کی نسبت سبب کی طرف کرنا عام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی کثرت سے مثالیں ملتی ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا بتوں کے بارے میں یہ فرمان ہے: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ [ابراہیم:۳۶]

دوسری قراءت کی توجیہ: رہی دوسری قراءت ﴿ليهب لك﴾ 'یا' کے ساتھ اس میں وہبیت اولاد کی نسبت حقیقی واہب (جو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے) کی طرف کی گئی ہے۔ اس وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ﴿ليهب﴾ 'یا' والی قراءۃ اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ اولاد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جبریل علیہ السلام نہیں ہیں وہ تو سبب ہیں۔ یہی محل اتفاق ہے اہلسنت والجماعت کے ہاں۔ پھر دوسری قراءت اس لیے لائی گئی تا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ افعال کی نسبت مجازاً مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے کوئی بندہ ایسا نہیں کر سکتا۔

[الكشف بمكي:۸۶/۲، ۸۷، روح المعاني:۷۷/۱۶]

③ تنوع قراءات (جو کہ اعجاز قرآن کی وجہ میں سے ایک وجہ ہے) کا نبوت کے ساتھ تعلق

تنوع قراءات انبیاء کی نبوت، خاص کر محمد الرسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کو مختلف اَسالیب کے ساتھ ثابت کرتی ہیں۔ جس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے:

اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ [التکویر:۲۴] میں دو متواتر قراءتیں ہیں:

① ﴿بِضَنِينٍ﴾ 'ضاد' کے ساتھ یہ جمہور کی قراءت ہے۔

② ﴿بِظَنِينٍ﴾ 'ظاء' کے ساتھ ہے۔ یہ ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی اور رویس جو کہ یعقوب سے روایت کرتے ہیں کی قراءۃ ہے۔ [الاختيار في القراء ات العشر:۲۷۱/۳، النشر :۳۹۸/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت کی توجیہ: جمہور کا 'بضنين' ضاد کے ساتھ پڑھنا یہ ماخوذ ہے 'الضن' سے۔ جس کا معنی ہے بخل (کنجوسی) قاموس میں ہے 'ضن به عليه۔ ضنا وضنانة' کسی کے ساتھ کسی چیز میں انتہائی بخل کرنا۔ صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصباح فرماتے ہیں یہ باب 'ضرب ، یضرب' سے بھی آتا ہے اور اس وقت اس کا معنی ہوگا ''محمد ﷺ اس چیز میں بخیل نہیں ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے علم عطا فرمایا ہے بلکہ وہ کھلے دل سے قرآن میں سے تصرف کرنے والے ہیں۔[الکشف:۳۶۴/۲]

نوٹ: لفظ 'الغیب' سے مراد قرآن کریم ہے:

دوسری قراءت کی توجیہ: 'بظنین' ظاء والی قراءۃ یہ ماخوذ ہے 'الظن' سے جس کا معنی 'تہمت' ہے اور اس وقت اس کا معنی ہوگا ''اور محمد ﷺ غیب (جو کہ قرآن مجید ہے) پر تہمت لگانے والے نہیں ہیں۔'' بلکہ وہ ثقہ، امین ہیں اور وہ اس قرآن کو اپنی طرف سے بنا کر نہیں لاتے نہ کسی قرآنی حرف کو کسی دوسرے حرف سے اور ایک معنی کو دوسرے معنی کے ساتھ بدلتے ہیں، کیونکہ ان سے پوری زندگی میں جھوٹ بولنا ثابت ہی نہیں ہوا۔

④ تنوع قراءات کا اعجاز اور اس کا اَثر سمیعات (غیبیات) میں

قراءاتِ قرآنیہ کا اَثر سمیعات (غیبات) میں واضح ہے۔غیبیات مطلب ہے ایسے اُمور کا جن کے ہونے کا ایمان کامل کے ساتھ عقیدہ رکھنا اور محض کتاب وسنت اور اجماع کے ثابت کرنے سے ان کو مان لینا اگرچہ انسانی عقل ان غیبیات کے موافق ہو یا نہ ہو۔

غیبیات کیا ہیں؟ غیبیات میں بہت سی چیزیں ہیں جن میں ملائکہ، جن، موت کے بعد کے حالات، حشر و حساب اس کے علاوہ وہ چیزیں جن کا تذکرہ کتاب وسنت میں موجود ہے۔قراءات میں ان غیبیات کو مختلف اسالیب کے ساتھ اور معنوں کو بدل کر بیان کیا گیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو قرآن کریم کی اس آیت کی سمجھ ہی نہیں آئی تھی۔اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ﴾ [یونس:۳۰]

﴿تبلوا﴾ میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

① ﴿تتلوا﴾ دو تاؤں پہلی متحرک اور دوسری ساکن کے ساتھ - یہ قراءات حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ہے۔

② باقی قراء ﴿تبلوا﴾ پڑھا ہے۔[السبعة لابن مجاهد:۳۲۵، النشر:۲۸۳]

درج بالا قراءاتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت: اس کا معنی یہ ہوگا کہ بے شک جان طلب کرے گی اور اتباع کرے گی اس چیز سے جو اس نے اپنے اعمال میں سے آگے بھیجا، یا یہ کہ ہر نفس اپنے اچھے بُرے اعمال کو قیامت کے دن ایک صحیفے میں لکھا ہوا پائے گی اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے:

﴿وَ كُلَّ اِنْسٰنٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ [الاسرا:۱۳،۱۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ﴿تتلوا﴾ کی قراءت سے معنی طلب، تتبع اور تلاوت (پڑھنا) کے ہوں گے۔

دوسری قراءت: ﴿تبلوا﴾ پڑھیں تو پھر مفہوم یہ ہوگا کہ ہر جان کو اس کے اچھے اور بُرے اعمال کی خبر ملے گی یا دی جائے گی۔[الکشف:۵۱۷/۱، شرح ھدایۃ:۳۳۹/۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② تنوع قراءات کا شرعی احکام میں اعجاز

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علوم اِسلامیہ اورعربیہ کا اتصال اور ربط ہے۔ان علوم سے مراد علم قراءات اورتشریع اِسلامی کا علم ہے اسی وجہ سے ان دونوں علوم کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق اور مضبوط ناطہ ہے جس کی دلیل تفسیری کتب کا مطالعہ کرنے سے کھل کر قاری کے سامنے آجاتی ہے۔ان کتب تفسیر میں

① الجامع القرآن للجصاص الحنفی ② الجامع لأحکام القرآن للامام القرطبی

③ احکام القرآن لابن العربی ④ زاد المسیر فی علوم التفسیر لابن الجوزی

اسی طرح علم القراءات اور تشریعی احکام کے علم کے آپس میں ربط کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ کا تذکرہ کئی اَحکام شرعیہ اور اصول فقہ کی کتب میں ملتا ہے جو کہ الإتصال فی علوم القراء ات و تشریع الإسلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس کی مثالیں

① مفاتیح الأصول ② شرح الفقه الأکبر للقاري۔ میں موجود ہیں۔

◉ امام نوری رحمہ اللہ کی کلام کا حاصل، فرماتے ہیں:

’’ایک فقیہ کو قاری کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسے ہی قاری فقیہ کا محتاج ہوتا ہے۔تاکہ قاری قراءات کے متعلق اس کی کچھ راہنمائی کرسکے اوراس چیز کو بیان کرے جس پر قراءات کے احکام کے اختلاف کی بنا رکھی جاتی ہے۔‘‘

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ علماء کرام مختلف قراءات سے متعدد معانی اور مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ اور اس کو حجت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔[اتحاف فضلاء البشر:۱/۶۷]

مثال

جس طرح کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ مختلف قراءات سے مختلف مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔ذیل میں ہم اس کی مثال دیتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ ﴾ [البقرۃ:۲۲۲]

’’اور نہ تم قریب جاؤ اپنی بیویوں کے (حیض ایام میں) حتیٰ کہ وہ طہارت حاصل کرلیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿حَتّٰی یَطَّهَّرْنَ﴾ طاء اور ’ھا‘ کے فتح اور دونوں کی تشدید کے ساتھ۔ یہ قراءت شعبہ، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ہے۔

② ﴿حَتّٰی یَطْهُرْنَ﴾ ’طا‘ کے سکون اور ہائے مضمومہ کے ساتھ۔ یہ قراءت (نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، یعقوب، ابوجعفر اور حفص کی ہے۔[النشر:۱/۲۲۷، اتحاف فضلاء البشر:۱/۴۳۸]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت کی توجیہ، مشدد: ﴿حَتّٰی یَطَّهَّرْنَ﴾ کا مطلب یہ ہوگا کہ ’’اپنی بیویوں سے مجامعت کرنے سے بچو حتیٰ کہ حیض کا خون رُک جائے اور وہ پانی کے ساتھ غسل کرلیں۔‘‘

دوسری قراءت، تخفیفہ: ﴿حَتّٰی یَطْهُرْنَ﴾ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ تم ان بیویوں سے جماع نہ کرو حتیٰ کہ ان سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیض کا خون رُک جائے۔

اسی وجہ سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے:

① جمہور فقہاء: جمہور (مالک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ، ثوری رحمہ اللہ) قراءت تشدیدہ کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورت کا حیض ختم ہوجانے کے بعد وہ اپنے خاوند کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوتی جب تک کہ پانی کے ساتھ اچھی طرح غسل نہ کرلے۔[الجامع لأحكام القرآن:۸۸/۳،التفسير الكبير:۳۴۹/۶]

وجہ دلالت یہ ہوگی کہ تشدید کا صیغہ فائدہ دیتا ہے وجوب مبالغہ کا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ عورتوں پر حیض کے بعد طہارت حاصل کرنے میں مبالغہ کرنا ضروری ہے جو کہ غسل کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔

قاعدہ: 'زيادة المبنى تدل على زيادة المعنى' کہ مبانی کی زیادتی معانی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا یہ حیض کے خون سے متعلقہ جگہ کی مکمل طور پر طہارت کا زیادہ تقاضا کرتی ہے۔ اس لیے اس عورت کے ساتھ وطی کرنے کے لئے حیض کے بعد غسل کرنا واجب ہوا۔

② امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ: قراءت خفیفہ کا اعتبار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ 'طہر' سے مراد مطلق انقطاع دم ہے نہ کہ غسل۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آدمی اپنی بیوی سے حیض کا خون رُک جانے کے بعد اور غسل کرنے سے قبل وطی کرسکتا ہے۔

دلیل: قراءت خفیفہ قراءت تشدیدہ، جو کہ انقطاع دم ہے، سے زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ حیض کے خون کا رُکنا تمام کے ہاں طہارت کی پہلی شرط ہے۔

راجح

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اکثر علماء نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ امام کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما قاله الإمام أبو حنيفة: "من غرائب التفسير وعجائب التأويل"

[غرائب التفسير وعجائب التأويل لتاج القراء محمود بن حمة الكرماني:۲۱۳/۱]

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّٰبِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴾ [البقرۃ:۲۲۲] کے تحت 'حتى يطهرن' کا مطلب انقطاع دم کے بعد غسل ہوگا۔ اور یہ واجب ہوگا۔

③ قراءات متواترہ کا اعجاز بیانی

ہمارے مضمون کا تعلق اعجاز کی اسی قسم کے ساتھ ہے باقی گفتگو ضمنی اور تمہیدی تھی۔ اب ہم ''قرآن کریم کے اعجاز بیان اور اس میں متعدد قراءات متواترہ کا اثر'' کے متعلق کچھ چیزیں احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں:

① نحوی بحث ② صرفی بحث ③ بلاغی بحث

ان تینوں اقسام میں سے ہماری مراد تیسری قسم ہے۔

قرآن کریم کا اسلوب بلاغی اور قراءات متواترہ کا اس پر اثر

ناقدین و قارئین اس بات سے روز روشن کی طرح آگاہ رہیں کہ تنوع قراءات اسلوب بلاغی کی ہی مختلف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتوں میں سے ہے اور ان کا قرآنی اعجازات پرنمایاں اثر ہے۔قرآن کریم واضح عربی زبان میں نازل ہوا اور ایسی قوم پر اترا جو فصاحت و بلاغت اور بیان میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔لیکن قرآن مجید نے اپنے بیان کے ساتھ ان کو حیران کر کے رکھ دیا اور کئی طرق سے ان کو مقابلہ سے عاجز و ناتواں بنا دیا ان کی فصاحت و بلاغت بکھیرنے والی زبانی گنگ ہوگئیں حتیٰ کہ انہوں نے قرآن کریم کے اسلوب بیان کی انفرادیت کوتسلیم کرلیا۔اس قرآن کا ہر کلمہ اپنے اندر ایک شیرینی اور مٹھاس رکھتا ہے اور اس کے مختلف خوشے ہیں جو لہلا رہے ہیں اور اس کے موتی بکھرے ہوئے ہیں جو چننے کے قابل ہیں اور اس کے جملوں کا اوّل و آخر آپس میں مربوط ہے۔ان تمام خوبیوں کی بنا پر اس کتاب نے ہدایت اور نور کے لیے عقل اور وجدان کی کھڑکیوں کو کھول دیا۔اسی بناء پر علماء قرآن کے اعجازات کے اسرار کو تلاش کرنے لگے۔ان اسرار میں سے ایک راز اعجاز بلاغی ہے بلکہ اکثر علماء کا خیال ہے کہ بلاغت کے اسالیب اور وسائل حقیقت میں یہی قرآن کے معجزہ ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

◉ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’قراءات کتاب اللہ کی وجوہ اعجاز میں سے ایک وجہ ہے۔ہر قراءت سے الگ مسئلہ ثابت ہونا اس کے جملہ فوائد میں سے ایک فائدہ ہے۔کسی چیز کے اعجاز میں مبالغہ اس کے کم حروف اور زیادہ معانی میں ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ زیادتی الفاظ، زیادتی معانی کا فائدہ دیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر قراءت بمنزلہ آیت کے ہے۔‘‘

[الاتقان:۲/۵۴]

اسی بنا پر قراءات بلاغت کی وجوہ میں سے ایک ایسی وجہ ہے جو کہ واضح بیان کے ذریعے قرآن کے اعجاز کو ثابت کرتی ہے۔ان تمام خصائل حسنہ کی وجہ سے قراءات کا بلاغت کے ساتھ ایک نا ختم ہونے والا تعلق ہے۔

اب ہم موصوف کے دعویٰ کا علمی جائزہ لیتے ہیں کہ آیا واقعی قراءات قرآنیہ قرآن کریم کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کرتی ہیں یا یہ دعویٰ مدعی کی جہالت کا مظہر ہے۔اس کے لیے پہلے ہم بلاغت کی تعریف ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اعتراض کا جواب مثالوں سے دیں پہلے ہم بلاغت کی تعریف پیش کرتے ہیں۔

بلاغت کی لغوی تعریف

لغوی طور پر یہ ’بلغ ، بلاغۃً فصیح و بلیغ ہونا۔ھو بلیغ بلغاء۔أبلغة الشيء پہنچانا، خبر دینا، اطلاع دینا۔

[القاموس:۱۷۹]

بلاغت کی اصطلاحی تعریف

بلاغت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① پہلی تعریف

اس کی دو قسمیں ہیں:

الف بلاغت کلام: کلام کا فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق ہونا۔یعنی جو بات مقام و شخص

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق ہو۔

ب بلاغت متکلم: وہ ملکہ وصلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصود کو کلام بلیغ کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو جائے۔

② دوسری تعریف

"کون الکلام مطابقاً لمقتضی الحال"

''بہترین قسم کے معانی کو واضح اور صحیح عبارت کے ساتھ ادا کرنا۔ اس قسم کی عبارت جو دلوں پر چھا جائے، متکلم کی حالت کے مطابق ہو، اس کی ذہنی کیفیات کے مطابق ہو اور سامعین کی قوت فہم اور موقع محل کے مطابق ہو۔''

تنبیہ

اب وہ معترض جو یہ اعتراض کرتا ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ قرآن کریم کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کرتی ہیں اس کو اعتراض کرنے سے قبل اس بات سے آگاہ رہنا چاہئے کہ کلام کے فصیح و بلیغ ہونے کے لیے جن اُمور کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان سے واقفیت مختلف علوم کے ذریعے ہوتی ہے۔ معترض کو اعتراض کرنے سے قبل ان علوم کا علم ہونا چاہئے ورنہ وہ اعتراض کرنے کا حقدار نہیں ہے۔

① تعقید معنوی کو علم البیان کے ذریعے جانا جاسکتا ہے۔

② علم لغت: جس کے ذریعے غرابت کلمات کا علم ہوسکتا ہے۔

③ علم معانی: یہ احوال و مقتضیات کو جاننے کا ذریعہ ہے۔

④ علم نحو: ضعف تالیف اور تعقید لفظی کو جاننے کے لئے۔

⑤ علم صرف: مخالفت قیاس کو جاننے کے لئے۔

⑥ تنافر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک ذوق سلیم سے ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں طہارت سے پیدا ہوتا ہے۔

بلاغت کی کتب کثیرہ میں عموماً تین علوم کا تذکرہ ملتا ہے:

① علم بیان ② علم معانی ③ علم بدیع

① علم بیان کے ضمن میں تشبیہ، حقیقت ومجاز، استعارہ اور کنایہ کی بحث ہوتی ہے۔

② علم معانی میں، کلام کی تقسیم خبر و انشاء کی طرف، پھر کلام خبری کی تعریف، تقسیم و اغراض کلام انشائی کی تعریف و تقسیم، وصل وفصل، قصر وایجاز، اتناب مساوات سے بحث کی جاتی ہے۔

③ علم بدیع میں محسنات لفظیہ ومعنویہ کی بحث ہوتی ہے جن میں اقتباس، سجع، تشابہ، مقابلہ، حسن تعلیل، اسلوب حکیم، طوریہ اور اطباق وغیرہ کی مباحث ہوتی ہیں۔

بلاغت کے عناصر لفظ اور معانی ہیں اور تالیف الفاظ انہیں قوت تاثیر اور حسن بخشتی ہے۔ پھر کلمات کا انتخاب حسب مقام ومخاطب کیا جاتا ہے اور مخاطبین کے جذبات کا خیال رکھا جاتا ہے۔

درحقیقت بلاغت ایک فن ہے۔ جس کا دارومدار استعداد فطری، دقت ادراک اور ضعف اسالیب کے امتیاز پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ بلیغ اور مصور میں بس اتنا فرق ہے کہ بلیغ مسموعات کو لیتا ہے اور مصور مبصرات کو لیتا ہے اس کے علاوہ دونوں برابر ہیں۔ مصور جب کسی چیز کی تصویر بناتا ہے تو پہلے مناسب رنگوں کا انتخاب کرتا ہے پھر ان رنگوں کی آمیزش کی فکر کرتا ہے تاکہ وہ تصویر جاذب نظر اور دلکش بن جائے۔

بلیغ جب کوئی قصیدہ، خطبہ یا مقالہ تالیف کرنا چاہتا ہے تو ان کے اجزاء پر غور کرتا ہے اور خفیف ترین الفاظ کو لیتا اور موضوع کے مطابق جامع اور حسین ترین الفاظ کا انتخاب کرتا ہے۔

جب درجہ بالا تمام چیزوں سے واقفیت حاصل کرلی جائے تو پھر قراءات قرآنیہ کے متعلق اٹھنے والے اعتراضات کا جواب مل جاتا ہے اور انسان اپنے عقیدہ کی سلمیت اور اعتراضات سے احترازیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے، کیونکہ عقیدہ کی سالمیت ہی حقیقت میں ایمان کی سلمیت ہے جس کا عقیدہ صحیح ہوگا اس کا ایمان بھی صحیح ہوگا۔ جس طرح صوم وصلوٰۃ کی سالمیت کے لیے ایمان کی سلمیت ضروری ہے ایسے ہی ایمان کی سا لمیت کے لیے عقیدے کی سالمیت ضروری ہے اور عقیدے کی سا لمیت اس وقت حاصل ہوگی جب ہم قرآن وسنت پر یقین رکھیں گے اور ان پر عمل کریں گے۔ چونکہ قراءات کا تعلق عقیدہ کے ساتھ ہے اس لیے جو ان کو مکمل طور پر مانے گا اس کا عقیدہ اسلامی سالم ہوگا بصورت دیگر اس کو اپنے عقیدہ کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیئے۔

بلاغت کے متعلق ہم اوپر جتنی چیزیں بیان کر آئیں ہیں قرآن کریم میں وہ ساری کی ساری موجود ہیں ان کو ثابت کرنے کے لیے اب ہم قرآن مجید سے چند آیات پیش کرتے ہیں جن میں مختلف قراءات بھی ہیں اور ان قراءات سے قرآن کریم کی نہ تو بلاغت مجروح ہوتی ہے اور نہ معنویت وحکمت میں کوئی فرق پڑتا ہے۔

تراکیب بلاغی اور فصاحت کلمہ میں قراءات کا اثر

اس میں دو چیزیں ہیں:

① قراءات کی تبدیلی مذکر ومؤنث کے اعتبار سے۔

② قراءات کی تبدیلی حروف کے معانی کے اعتبار سے۔

① قراءات کی تبدیلی مذکر ومؤنث کے اعتبار سے

اسلوب بلاغی کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ یہ قراءات تذکیر تانیث کے مابین متغیر ہوتی رہتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا قرآن کریم کی اعجازی وجوہات پر الگ سے ایک اثر ہے۔

مثالیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنۡدَ رَبِّكَ مَكۡرُوۡهًا ﴾ [الإسراء:٣٨]

’’یہ تمام (اوپر بیان ہونے والی) باتیں تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿سیئہ﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿ سَيِّئُهٗ ﴾ ہمزہ اور ھاء کے ضمہ کے ساتھ اور ’مذکر‘ کے ساتھ۔ یہ قراءت کوفیوں اور ابن عامر شامی کی ہے۔

② ﴿سَيِّئَةً﴾ ہمزہ کے فتحہ اور تاء تانیث مفتوحہ کے ساتھ۔ یہ قراءت ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو بصری،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعقوب کی ہے۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

یہ دونوں قراءتیں تواتر کے ساتھ بغیر کسی تعارض کے منقول ہیں۔

جن قراء نے تذکیر کے ساتھ تنوین کو گرا کر ﴿سَیِّئُهٗ﴾ پڑھا ہے انہوں نے اس کو ایسا اسم پڑھا ہے جو ہائے ضمیر کی طرف مضاف ہو رہا ہے جو کہ ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ ﴾ کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس ﴿ ذٰلِكَ ﴾ اسم اشارہ کا مشار الیہ یعنی اس ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ ﴾ سے اشارہ کیا گیا ہے سابقہ اوامر و نواہی کی طرف جو کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ سے لے کر ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [سورۃ الإسرا:١٧، الایات ص٢٣ سے ٣٨ تک] تک بیان ہوئے ہیں۔

اَوامر میں سے: صرف اللہ کی عبادت کی جائے، والدین کے ساتھ احسان کرنا اور ان کے سامنے عاجزی و انکساری اور نرمی کا پہلو اختیار کرنا، دعائے مغفرت کرنا، قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرنا، صلہ رحمی کرنا، سیدھی سادی گفتگو کرنا، ناپ تول میں ترازو اور توازن کو برقرار رکھنا۔ اور عہد کو پورا کرنا وغیرہ۔

نواہی میں سے:

١ ﴿ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا ﴾ [الاسراء:٢٣] ''والدین کو اُف بھی نہ کہا جائے اور نہ ان کو ڈانٹا جائے۔''

٢ ﴿ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [الاسراء:٢٦] ''اور نہ فضول خرچی کر، فضول خرچی کرنا۔''

٣ ﴿ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ ﴾ [الاسراء:٢٩] اسے کنجوسی کی طرف اشارہ کرکے کنجوسی اور بخل سے منع کرنا۔

٤ ﴿ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾ [الاسراء:٢٩] اس کے ساتھ فضول خرچی کی طرف اشارہ کرکے اس سے منع فرما دیا۔

٥ ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ﴾ [الاسراء:٣١] اس بیان سے اولاد کے قتل سے منع کر دیا اور ساتھ بتا دیا کہ جس رزق کی وجہ سے تم اولاد کو قتل کر رہے ہو وہ رزق ہم تم کو اور تمہاری اولاد کو بذات خود دیتے ہیں۔

٦ ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى ﴾ [الاسراء:٣٢] اس قول کے ساتھ زنا، اور اس کے لوازمات سے منع فرما دیا۔

٧ ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ [الاسراء:٣٣] آپس میں قتل و غارت سے منع کر دیا اور قصاص لینے کا حکم دیا۔

٧ ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [الاسراء:٣٤] اس کے ساتھ یتیم کا ناجائز مال کھانے سے روک کر ساتھ کھانے کے جائز ذرائع کی طرف اشارہ کر دیا۔

٨ ﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [الاسراء:٣٦] اس نہی کے ساتھ لایعنی فضول یا بے مقصد باتوں کے پیچھے پڑنے سے منع فرما دیا۔

٩ ﴿ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ...... ﴾ [الاسراء:٣٧] اس سے تکبر اور غرور کرنے سے منع فرمایا اور ساتھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے ناممکن ہونے کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔

آخر میں فرمایا:

﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴾ [الاسراء:٣٨] کہ اوپر بیان ہونے والے تمام امور میں سے ہرایک کا بُرا پہلو تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

تطبیق

نواہی کا ارتکاب کرنا تو گناہ ہے ہی اور ناپسندیدہ بھی، لیکن اوامر میں سے جن کو بجا نہ لایا جائے وہ اس کا بُرا پہلو ہے اور ناپسندیدہ ہے۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے خبر دی کہ بے شک ﴿ سيئة ﴾ حقیقت میں منہی عنہ ہی ہے جو کہ تیرے رب کے ہاں ناپسندیدہ ہے گویا کہ یہ ایک خیر ہے۔

اوراس کا معنی یہ ہوگا کہ ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ سے لے کر ﴿ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئَةً ﴾ تک تمام بیان ہونے والی خصائل قبیحہ جو کہ اوامر ونواہی کے مفہوم سے واضح ہوتی ہیں، جن کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے یہ تمام تیرے رب کے ہاں مکروہ یا ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی غصہ دلانے والی اوراس کی روکی ہوئی ہیں جن کے ارتکاب پر وہ پکڑ کرے گا۔

لغوی بحث: جس نے 'سيئة' کو تانیث، نصب وتنوین کے ساتھ ﴿سيئة﴾ پڑھا ہے وہ اس بنا پر کیونکہ 'سيئة'، 'کان' کی خبر ہے اوراس کا اسم وہ ضمیر ہے جو 'کل' پر لوٹ رہی ہے اوراسم اشارہ اس قراءت میں لوٹنے والا ہے ان منہیات کی طرف جو سابقہ آیتوں میں صریحاً یا ضمناً ذکر ہوچکی ہیں اور 'عند ربك' یہ متعلق ہے 'مکروھا' کا اور مکروھاً خبر بعد الخبر ہے۔

اس قراءت پر معنی کیا ہوگا؟

گذشتہ بیان ہونے والی تمام منہیات جیسے شرک، عقوق الوالدین، اولاد کا قتل آخر تک یہ سيئة میں داخل ہیں اور تیرے رب کے ہاں مکروہ، اورعتاب وغضب کی موجب ہیں۔

تنوع قراءتین سے مرتب ہونے والی اعجازی وجہ

جیسا کہ ہم گذشتہ کلام میں ذکر کر آئے ہیں کہ بے شک قراءت تنوین 'سيئة' یہ فائدہ دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول 'کل ذلك' اَوامر کے علاوہ منہیات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

اور رہی دوسری قراءت اضافت کے ساتھ 'سيئة' کی تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ 'ذلك' میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اوامر کی نافرمانی اور نواہی کے ارتکاب سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ہے اعجاز بیان کی وجوہ میں سے ایک وجہ۔

قراءات اورحروف ومعانی کی تبدیلی اور مختلف دلالتوں میں اس کا اثر

بے شک قضیۃ تناوب (ایک حرف کا دوسرے کو نائب بنانا اورمعنی کا معنی کو) ان قضیوں میں سے ہے جن میں لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جدید وقدیم دونوں قسم کے علماء مشغول رہے ہیں۔

① اکثر بصری نحوی اس بات کے قائل ہیں کہ حرف میں اصل یہ ہے کہ وہ اس معنی پر دلالت کرتا ہے جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہوتا ہے اس کے علاوہ دوسرے معنی پر دلالت نہیں کرتا۔[الإنصاف في مسائل الخلاف:۴۸۱/۲]

② کوفی علماءِ نحو: کہتے ہیں کہ حرف کو ایک معنی پر منحصر کرنا صحیح نہیں (یا محال ہے) اور انہوں نے استدلال کیا ہے ان مثالوں سے جو قرآن کریم یا کلام عرب میں وارد ہوئی ہیں۔

[الإنصاف أيضاً، معاني القرآن للأخفش:۵۱/۱، الكامل:۲۴۴/۶]

یہ دونوں قول محل نظر ہیں۔ جس نے ایک حرف کو ایک معنی پر منحصر کر دیا ہے اس نے تأ ویل (جو اس مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں) میں اسراف سے کام لیا ہے اور جس نے مطلق طور پر اجازت دے دی ہے اس نے لازمی طور پر اس مثال: 'سرت إلى فلان وهو يقصد معه' کو جائز قرار دے دیا ہے۔ جب معاملہ ایسا ہے تو ایسی وجہ سے ابن جنی البصری نے ایک باب باقاعدہ اس عنوان سے قائم کیا ہے: 'باب في استعمال الحرف بعضها مكان البعض'، 'یہ باب ہے ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لانے کا' اور اس میں یہ ذکر کیا کہ اس قاعدے یا اصول کو لوگوں نے عاریۃً بڑی باریک بینی سے قبول کیا ہے اور بطور شواہد باقاعدہ اس میں ایسی مثالیں ذکر کیں جن میں معانی حروف کے درمیان ایک دوسرے کے نائب بنتے ہیں۔

پھر ابن جنی نے قرآن اور اشعار کے ان اَسالیب (جن میں حروف اپنے موضوع لہ معنی کے علاوہ استعمال ہوئے ہیں) کا حل بھی بتایا ہے۔

فرماتے ہیں: حرف جو عنقریب تیرے سامنے آئے گا اس کو اس کے باب سے نکال کر دوسرے باب میں استعمال کیا گیا ہے۔[الخصائص:۴۶۵/۲، الجني الداني:۲۳۱]

اب ہم اس مثال کو پیش کرتے ہیں جس میں حروف و معانی کا تناسب ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک پر ایک اعجازی وجہ مرتب ہوتی ہے۔

مثال

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾[الاعراف:۹۸]

''یا انہیں اطمینان ہوگیا ہے کہ ہمارا (مضبوط ہاتھ) عذاب یکا یک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جب کہ وہ کھیل رہے ہوں گے؟''

پس اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿أو أمن﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿أَوْ أَمِنَ﴾ واؤ کے سکون کے ساتھ یہ قراءت مدنی قراء ابن کثیر مکی اور ابن عامر شامی کی ہے۔

② ﴿أَوَ أَمِنَ﴾ واؤ کے فتحہ کے ساتھ یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔[كتاب السبعة:۲۸۶، النشر:۲۷۰/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

① جب سکون والی قراءت کا اعتبار کیا جائے واؤ حرف عطف اس وقت اس کے معنی ہوگا تقسیم اور تنویع کا اور معنی اس وقت ہوگا ''کیا بستی والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان کے پاس رات کے وقت ہماری پکڑ آئے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حال میں کہ وہ سوئے ہوئے ہوں یا وہ اطمینان میں ہیں اس بات سے کہ ان پر ہمارا عذاب دن میں اس وقت آئے جب یہ کھیل رہے ہوں۔یعنی کیا وہ ان دونوں پکڑوں میں سے کسی ایک سے اطمینان پکڑ بیٹھے ہیں۔

اب ہم ان کے انکار کی دونوں وجوہ کو بیان کرتے ہیں:

① اگر حرف عطف مانیں تو معنی ہوگا کہ کیا وہ بےخوف ہیں رات یا دن کے وقت عذاب کے آنے سے۔

[اتحاف فضلاء البشر والنشر:۲/۵۴۱، المحرر الوجیز:۲/۴۳۲]

یہ بھی جائز ہے کہ اس کا معنی اباحت وتخیر کا کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ ءَاثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴾ [الانسان:۲۴]

''یعنی نہ تو اطاعت کر اس قسم کے لوگوں کی (جن کی طرف اشارہ ہے)''

معنی ہوگا ''اگر تم ایک پکڑ سے اطمینان پکڑ لو گے تو دوسری سے بھی اطمینان مت پکڑو۔''

[الحجة لأبي علی:۴/۵۴، الجامع الأحکام القرآن:۷/۲۵۳]

② ﴿أو﴾ واؤ کے فتحہ کے ساتھ۔

یہ واؤ عاطفہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہے جیسا کہ وہ 'ثم' پر داخل ہو جاتا ہے۔مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے:﴿ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ ءَامَنتُم بِهِ ﴾ [یونس:۵۱]

ثم حرف عطف پر ہمزہ جو ہم معنی استفہام انکاری ہے، داخل ہوا ہے۔

اسی کی مثل:﴿ أَوَ كُلَّمَا عَٰهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم ﴾ [بقرہ:۱۰۰]

﴿ أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنۢ بَعْدِ أَهْلِهَا ﴾ [الاعراف:۱۰۰]

تو ان تمام مثالوں کے پیش نظر 'أو أمن اهل القریٰ......'کا معنی ہوگا کہ کیا وہ دونوں (لیل ونہار) کی پکڑ سے بےخوف ہو گئے ہیں۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہمزہ ہے جو کہ عاطف کا ایسا جزء ہے جو استفہام کا فائدہ دیتا ہے۔اس وجہ سے یہ 'لیل ونہار' کے عذاب میں سے ایک کے امن سے انکار کرنے کا فائدہ دیتی ہے۔

دوسری قراءت میں ہمزہ استفہام کا ہے جو کہ واؤ عاطفہ پر داخل ہوا ہے۔اسی بنا پر یہ قراءت عذاب کی دونوں ضربوں (لیل ونہار) کے برابر ہونے کا فائدہ دیتی ہے۔

اسی بنا پر اس کی یہ دلالت اعجاز بیانی پر دلالت عزیمہ ہے جو کہ قراءات متواترہ سے ثابت ہوتی ہے۔

① تنوع اسالیب بیان

مختلف اغراض ومقاصد کے لیے مختلف اسالیب بیان کا استعمال عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہے۔یاد رہے کہ لغت عرب میں جملے کی اس اعتبار سے دو قسمیں ہوتی ہیں:

① جملہ خبریہ ② جملہ انشائیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① جملہ خبریہ

قرآنی استعمال سے قطع نظر جملہ خبریہ ایسے جملے کو کہتے ہیں جس میں سچ اور جھوٹ دونوں احتمال موجود ہوں۔

② جملہ انشائیہ

جس کلام میں صدق وکذب دونوں احتمالات نہ ہوں اسے انشائیہ جملہ کہتے ہیں۔

لیکن جملے کی اس تقسیم کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذکورہ دونوں اسالیب کلام ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال نہیں کئے جاسکتے بلکہ یہ تو کلام عرب کی خصوصیت ہے اور کائنات کا بلیغ ترین کلام اس کا بہترین شاہد ہے۔ چنانچہ مختلف قراءات میں مختلف اسالیب استعمال ہوتے ہیں، کیونکہ ہر اسلوب کا ایک خاص مقام اور تاکید ہوتی ہے لہٰذا ایک ہی آیت میں مختلف قراءات سے تنوع اسالیب پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے واضح ہے۔

قراءۃ اور تنوع اَسالیب بیان میں اس کا اثر

اس میں درج ذیل چیزیں ہیں:

1. اسلوب خبر واستفہام کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
2. اسلوب خبر وامر کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
3. اسلوب خبر ونہی کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
4. فعل کے مفرد، جمع کی طرف مسند ہونے کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی۔
5. صیغۂ خطاب کی صیغۂ متکلم کے اعتبار سے قراءت کی تبدیلی

1 خبر واستفہام کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

مثال نمبر ا

اللہ تعالیٰ کا قول:

﴿وَ لَا تُؤْمِنُوٓا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِینَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدٰی هُدَی اللّٰهِ أَنْ یُّؤْتٰٓی أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوْتِیْتُمْ أَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وٰسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ [آل عمران:۷۳]

’’اور سوائے تمہارے دین پر چلنے والوں کے اور کسی کا یقین نہ کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے (اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات کا بھی یقین نہ کرو) کہ کوئی اس جیسا دیا جائے جیسا تم دیئے گئے ہو، یا یہ کہ یہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے آپ کہہ دیجئے کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہے اسے دے، اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿أن یؤتیٰ أحد﴾ میں دو قراءتیں ہیں:

① ﴿أَنْ یُؤْتیٰ﴾ ایک ہمزہ کے ساتھ یہ جمہور قراء کی قراءت ہے۔

② ﴿ أَآنْ یُؤْتیٰ﴾ دو ہمزہ کے ساتھ یہ ابن کثیر مکی کی قراءت ہے۔ [السبعة لابن مجاهد: ۲۰۷، النشر: ۲/۲۲۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

جمہور کی قراءت خبر کا فائدہ دیتی ہے۔ابن کثیر مکی کی قراءت استفہام کا فائدہ دیتی ہیں۔اس خبر و استفہام کی دلالت ایسی توبیخ اور انکار پر ہے جو کہ ملتبس ہے اس نہی کو جو آیت کریمہ کی ابتداء میں آئی ہے۔

امام زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿أن يؤتى﴾ متصل ہے رسول کے مقولہ ”قل إن الهدى هدى الله“ کے ساتھ اس کا معنی یہ ہوگا: ”أن ما بكم في الحسد والبغي۔ أن يؤتى أحد مثل ما أوتيتم في فضل العلم والكتاب دعاكم إلىٰ أن قلتم ما قلتم“ یعنی اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب وعلم کی صورت میں فضل مل گیا ہے تو تم حسد اور بغاوت پر کیوں اتر آئے ہو، اور جب اس رسول نے تم کو اس کتاب وعلم کی دعوت دی تو تم نے وہ کچھ کہا جو تم کہہ سکتے تھے۔“

اس پر ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت ﴿أأن يؤتى أحد﴾ دلیل ہے۔

مخاطبت اور توبیخ کے لیے ہمزہ استفہام زیادہ کردیا گیا۔[الكشاف: ١/ ٣٧٤، البحر المحيط: ٢/ ٤٩٤]

وجہ اعجازی

گذشتہ صفحات میں بھی ہم بیان کرآئے ہیں کہ تنوع قراءات اعجازات کی وجوہ میں سے ایک وجہ ہے جو اسلوب قرآنی سے ظاہر ہوتی ہے۔جمہور کی قراءت نے یہ فائدہ دیا ہے کہ اگر ادوات استفہام کو سیاق پر دلالت کرنے کے بعد حذف کردیا جائے تو کلام پھر بھی استفہام انکاری کا فائدہ دیتی ہے۔

ابن کثیر کی قراءت نے جمہور کی قراءت میں پانے جانے والے استفہام کے انکار میں مکمل طور پر تاکید کا فائدہ دیا۔

مثال نمبر۲

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ۝ ﴾ [الاعراف:۱۱۳]

اس آیت مبارکہ میں ﴿ إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا ﴾ کو دو طرح پڑھا جاتا ہے۔

الف ﴿ إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)

ب ﴿ ءَإِنَّ لَنَا لَأَجْرًا ﴾ (اسلوب استفہام کے ساتھ)

دونوں قراءات تواتر کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور دونوں کے معنٰی میں کسی قسم کا تناقض نہیں۔

ہمارے ہاں معروف قراءت اسلوب خبر والی ہے جس سے جادوگروں کی خود اعتمادی واضح ہوتی ہے۔جبکہ دوسری قراءت سے پتہ چلتا ہے کہ جادوگروں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر وہ غالب آجائیں تو انہیں کیا انعام ملے گا؟ اس قراءت سے اس آیت کا اگلی آیت کے ساتھ ربط زیادہ واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ فرعون نے جواب میں ”نعم“ کہا تھا: ﴿ قَالَ نَعَمْ وَ إِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۝ ﴾ اور ”نعم“ سوال کے جواب میں ہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ تبدیلی قراءت سے قرآن کی معنویت اور حکمت مجروح نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ اسلوب خبر ونہی کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

مثال نمبر۱

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيمِ ○ ﴾ [البقرۃ:۱۱۹]

اس آیت مبارکہ میں ﴿ وَلَا تُسْئَلُ ﴾ کو دو طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

الف ﴿ ولا تُسْئَلُ ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)

ب ﴿ ولا تُسْئَلْ ﴾ (اسلوب نہی کے ساتھ)

پہلی قراءت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد(ﷺ) آپ کی ذمہ داری محض ابلاغ ہے اگر یہ نہیں مانتے تو آپ ذمہ دار نہیں۔ جبکہ دوسری قراءت کا معنی یہ ہے کہ اے محمد(ﷺ) ہم نے آپ کو اتمام حجت کے لیے بھیجا ہے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو جہنم میں جائیں گے۔ اور نہ پوچھیں جہنم میں ان کی حالت کس قدر بُری ہوگی جیسا کہ ہمارے ہاں جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے متعلق خبر دینے والا کہتا ہے:''نہ پوچھو اس کی حالت کیسی ہے'' گویا پہلی قراءت سے محض رسول اللہ ﷺ کا بری الذمہ ہونا ثابت ہوتا ہے جبکہ دوسری قراءت سے کفار کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے انجام بد کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ جو کہ پیغمبر علیہ السلام کے لیے مزید تسلی کا باعث تھا۔

مثال نمبر۲

اِرشاد ربانی ہے:

﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۫ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ أَحَدًا ﴾ [الکہف:۲۶]

﴿ وَلَا يُشْرِكُ ﴾ میں دو متواتر قراءات ہیں۔

الف ﴿وَلَا تُشْرِكْ﴾ (صیغہ مخاطب کے ساتھ) (اسلوب نہی کے ساتھ) یہ ابن عامر شامی کی قراءت ہے۔

ب ﴿وَلَا يُشْرِكُ﴾ صیغہ غائب کے ساتھ۔ (اسلوب خبر کے ساتھ) یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔

[التبصرۃ لمکی :۲۴۸، الاتحاف:۲/۲۱۳]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءت خطاب میں 'لا' نہی کا ہے اور نہی کا تعلق ہر شرعی مکلّف کے ساتھ ہے اور 'منهي عنه' شرک ہے۔ اس وقت معنی ہوگا:''اے مکلّف انسان اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو شریک مت بنا'' اور یہ نہی صرف نبی ﷺ کے لیے نہیں بلکہ دیگر تمام لوگوں کو شامل ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے:''إياك أعني واسمعي ياجاره فيكون ماله إلى ذلك''

اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ اس سے مراد نبی ﷺ کی ذات لی جائے اس وقت یہ معطوف ہوگا اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴾ کا [الکہف:۲۳] یا اس کا عطف ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس قول پر ﴿واذكر ربك إذا نسيت﴾ [الکہف:۲۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ایسا ہے تو پھر معنی ہوگا اے محمدﷺ! آپ کسی ایک سے سوال نہکریں ان چیزوں کے بارے میں جوکہ اصحاف کہف کے قصہ میں سے ہیں۔[الجامع لأحكام القرآن:۳۸۸/۱۰، فتح القدير للشوكاني:۲۷۹/۳]

دوسری قراءت (صیغہ غائب کے ساتھ) ہوتو اس میں 'ھو' ضمیر مقدر ہوگی جو کہ 'یشرك' کا فاعل ہوگا۔ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف لوٹے گی: ﴿ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ﴾ [الكهف:۲۶]

گویا یہ ایک ایسا جملہ ہے جس کا نبی اکرمﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس کو ادا کریں۔ کلام غیبو بت کے طریق سے اس وجہ سے لائی گئی، کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ﴾ ہے۔

اس قراءت کے مطابق اس آیت کا معنی ہوگا۔

- عزجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب اللہ تعالیٰ علم وقدرت والے ہیں تو پھر وہ اپنے عالم الغیب کی انفرادیت اور واحدانیت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا ﴾ [الجن:۲۶، معاني القرآن وإعرابه:۲۸۰/۳]

- سدي رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ﴿ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ أَحَدًا ﴾ کا مطلب ہے۔

"ولا يشاور في أمره وقضائه أحداً". [حجة القراءات لابن زنجله:۴۱۵]

بلاغی اعجاز

① قراءت ابن عامر میں اسلوب خطابی ہے جس میں انسانوں کو مخاطب کرکے شرک سے منع کیا گیا ہے۔

② جمہور کی قراءت میں اسلوب خبر ہے۔ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے ''کہ وہ رب العالمین کی نفی کررہے ہیں اس بات کی کہ میرے ساتھ میرے حکم وقدر میں کوئی شریک نہیں اور نہ میں پسند کرتا ہوں کہ کسی کو اپنے حکم میں شریک کروں۔''

لہٰذا ان دونوں قراءات سے قرآن کریم کا اعجاز بلاغی ثابت ہورہا ہے جوکہ معترضین کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ثابت ہوا کہ قراءات قرآنیہ سے قرآن کی معنویت اور حکمت مجروح نہیں ہوتی بلکہ متحقق ہوتی ہے۔

③ اسلوب خبر وامر کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی

کبھی قراءات میں تبدیلی اس اعتبار سے ہوتی ہے کہ ایک سے مطلق خبر دینا جبکہ دوسری سے 'امر' مراد ہوتا ہے۔

مثال نمبر۱

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ﴾ [انبیاء:۴]

لفظ ﴿ قٰلَ ﴾ میں دو قراءات ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف ﴿ قٰلَ ﴾ (اسلوب خبر کے ساتھ)

ب ﴿ قُلْ ﴾ (اسلوب امر کے ساتھ)

پہلی قراءت میں اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کی بات کو نقل فرمایا ہے، جبکہ دوسری قراءت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمدﷺ کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ میرا رب آسمانوں اور زمین میں ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے۔

دونوں قراءات کے معنی میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دوسری قراءت سے واقعہ مزید واضح ہو جاتا ہے، وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی اکرمﷺ کو مذکورہ بات کہنے کا حکم دیا تو پھر محمدﷺ نے یہ کلمات ادا فرمائے اور پتہ چلا کہ رسول اکرمﷺ وحی کے بغیر نہیں بولتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہی کلام فرمایا کرتے۔ جبکہ ہمارے ہاں پہلی قراءت زیادہ معروف ہے۔

'اعجاز بلاغی'

ان دونوں قراءات میں اگر صیغہ امر کا اعتبار کریں تو پھر معنی ہوگا کہ ان مشرکین نے اس قول ﴿ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [الانبیاء:۴] کو چھپایا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولﷺ کو مطلع کر دیا اور حکم دیا کہ اے محمدﷺ آپ ان کو کہیں: ﴿ قُلْ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ﴾ ''کہ میرا رب تو آسمانوں وزمین کی باتوں کو جانتا ہے۔'' [الجامع لاحکام القرآن:۱۱/۲۷۰، فتح القدیر للشوکانی:۳/۳۹۸]

خلاصہ کلام

ان دونوں قراءتوں کو نبیﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام نے پڑھا لہٰذا یہ دونوں بمنزلہ دو آیتوں کے ہیں۔

فائدہ: نبیﷺ کو حکم دیا گیا اور آپﷺ نے 'قال کما أمر'، 'کہا جس طرح حکم دیا گیا'۔

مثال نمبر۲

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ [الانبیاء:۱۱۲]

اس میں دو قراءتیں ہیں:

الف ﴿قٰلَ رَبِّ﴾ (صیغہ فعل ماضی کے ساتھ)

یہ قراءت حفص عن عاصم ہے۔

ب ﴿قُلْ رَبِّ﴾ (صیغہ امر حاضر کے ساتھ)

یہ قراءت حفص کے علاوہ باقی قراء کی ہے۔

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

صیغہ فعل ماضی کے ساتھ 'قال' پڑھنے والوں نے اس قول کو أرسلنك کی ضمیر کا مسند بنایا ہے جس کا ذکر گذشتہ آیتوں میں گذر چکا ہے۔

اِرشاد ربانی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ مَآ أَرۡسَلۡنٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ [الانبیاء:۱۰۷]

اگر اس قول کا اعتبار کیا جائے تو پھر یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی جس کو اس کے رسول نے اپنی دعا میں کہا:

'رب احکم بالحق' [معاني القراءات:۱۷۳/۲]

دوسری قراءۃ (صیغہ امر حاضر) کے ساتھ۔

اس میں یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کریم ﷺ کو ہوگا کہ وہ کہہ دیں «ربي أحكم بالحق» ''اے اللہ! میرے اور ان جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ کردے اور ان کے خلاف میری مدد فرما۔''

[معاني القرآن وإعرابه للزجاج:۸/۳، الجامع لأحكام القرآن:۳۵۱/۱۱]

'اعجاز بلاغی'

ہر قراءات میں ایک ایسی دلالت ہوتی ہے جو بلاغت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس درجہ بالا مثال میں بھی جمہور کی قراءۃ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ کہیں «رب ربي أحكم بالحق» اور حفص کی قراءۃ میں 'قال' امر کو فعل ماضی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

❹ فعل کے مفرد وجمع کی طرف مسند ہونے کے اعتبار سے قراءات کی تبدیلی:

مثال نمبر۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِذۡ قَالَ الۡحَوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ أَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [المائدہ:۱۱۲]

﴿ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ ﴾ میں دو متواتر قراءات ہیں۔

الف ﴿ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ هَلۡ تَسۡتَطِيۡعُ رَبَّكَ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

پہلی قراءت کے مطابق معنی یہ بنتا ہے کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا آپ کا رب آسمان سے ہمارے لیے دستر خوان نازل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کامل یقین رکھتے تھے لیکن انہوں نے یہ مطالبہ اس لیے کیا تا کہ ایمان مزید پختہ ہو جائے۔

جبکہ دوسری قراءت میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں استطاعت کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے اور حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے پیش نظر ایسا کیا۔ حالانکہ ہمارے ہاں پہلی قراءت زیادہ معروف ہے۔

مثال نمبر۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ ﴾ [الانشقاق:۱۹]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں دو قراء تیں ہیں۔

الف ﴿ لَتَرْكَبُنَّ ﴾ (باء کے ضمہ کے ساتھ)

یہ قراءت بصری، مدنی، قراء اور ابن عامر، عاصم کی ہے۔

ب ﴿ لَتَرْكَبَنَّ ﴾ (باء کے فتحہ کے ساتھ)

یہ قراءۃ ابن کثیر مکی، کسائی، حمزہ اور خلف العاشر کی ہے۔

[المبسوط في القراء ات العشر: ۴۰۰، النشر: ۳۹۹/۲، اتحاف: ۶۰۰/۲]

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

پہلی قراءۃ میں ضمہ لانے کے ساتھ جنس کو متوجہ کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ يَآيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ ﴾ [الانشقاق:۶] میں موجود 'یا' حرف ندا کا تعلق جنس کے ساتھ ہے۔ اس لفظ کا اصل ﴿لترکبون﴾ ہے۔ پس دو ساکن اکٹھے ہوئے واؤ کو حذف کر دیا باء کو ضمہ دیا، یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہاں واؤ موجود تھی۔ اور یہ 'لترکبن' ہو گیا۔ معنی اس وقت ہوگا "لترکبن أیها الناس طبقاعن طبق" یعنی 'حالا بعد حال' اے لوگو! تمہیں ضرور درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرتے چلے جانا ہے۔''

'عن' یہاں بمعنی 'بعد' ہے۔ یعنی تم ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہوگے۔ اور لفظ عن 'مجاوزہ' "گزرنا' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی 'لترکبن طبقاً مجاوز من لطبق' البتہ تم ضرور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف گزرنے والے ہو۔

دوسری قراءت: (باء کے فتحہ کے ساتھ)

یہ اسلوب خطابی کے قبیل سے ہے۔ اس میں خطاب کن لوگوں کو ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

جمہور: اس سے مراد نبیﷺ کی ذات گرامی ہے اور وہ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت، جو کہ مجاہد رحمہ اللہ ان سے نقل کرتے ہیں، میں فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ ای 'حالا'، کہ طبق بمعنی حالت کے ہے اور اس سے مراد نبیﷺ کی ذات اقدس یعنی آپﷺ کی زندگی مطہرہ ہے۔

② دوسرا معنی یہ بھی بیان کیا ہے کہ اے نبیﷺ تم کفار کے ساتھ مقابلہ میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف درجہ بدرجہ گذرتے چلے جاؤ گے۔''

③ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے اللہ کا اپنے نبیﷺ سے فتح ونصرت کا وعدہ ہے۔ معنی اس وقت ہوگا 'لترکبن من فتح إلی فتح' البتہ تم ایک فتح کے بعد دوسری فتح کی طرف بڑھو گے 'ولتصیرن من نصر إلی نصر' اور تم ایک مدد کے بعد دوسری مدد کئے جاؤ گے''

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'لترکبن سماء بعد سماء' ''تم درجہ بدرجہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاؤ گے۔''

اس میں واقعہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ اور بھی بے شمار معانی علماء، مفسرین نے بیان کئے ہیں جن کو ہم اختصار کے پیش نظر چھوڑ رہے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر میں امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ (ت:۶۰۶ھ) کا قول بیان کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:
’’کہ دوسری قراءت میں آسمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس وقت معنی ہوگا ’لترکبن السماء یوم القیامة حالة بعد حالة‘ کہ قیامت کے دن آسمان درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتا چلا جائے گا۔‘‘ پھر اس کے بعد امام رازی رحمہ اللہ نے اس کی علت یوں بیان کی: ’’یہ اس وجہ سے ہے، کیونکہ پہلے آسمان میں شگاف پیدا ہوں گے۔‘‘

اِرشاد ربانی ہے: ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انشَقَّتْ ﴾ [الانشقاق:۱] ’پھر وہ پھٹ پڑے گا۔‘

اِرشاد ربانی ہے: ﴿ إِذَا السَّمَآءُ انفَطَرَتْ ﴾ [الانفطار:۱] ’’پھر وہ لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴾ [الرحمٰن:۳۷] ’’یہ ہے آسمان کا درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف جانا‘‘ اور یہ وجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔[التفسیر الکبیر:۳۱/۳۰۵]

نوٹ: جب آسمان مراد لیے جائیں تو اس وقت ’لترکبن‘ میں ’تاء‘ تانیث کی ہوگی۔

’اعجاز بلاغی‘

گذشتہ دونوں قراءتوں میں سے ہر ایک نے دوسری سے الگ فائدہ دیا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر قراءت میں کئی دلالتوں اور اعتبارات کا احتمال رہتا ہے۔ اگر صرف ایک لفظ کا اعتبار کیا جاتا اور دوسری قراءت کو چھوڑ دیا جاتا تو پھر ایک آیت سے ایک ہی دلالت ثابت ہوتی لہٰذا قرآن کا اعجاز بلاغی کھل کر معترضین کے سامنے آ گیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ قراءات قرآن کی معنویت اور حکمت کو مجروح نہیں کرتیں بلکہ مزید تقویت دیتی ہیں اور پڑھنے، سننے والے کے سامنے قرآن کا مقصود اور سیاق وسباق واضح ہو جاتا ہے۔

❺ صیغۂ خطاب کی صیغۂ متکلم کے اعتبار سے قراءت کی تبدیلی

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ ﴾ [الصافات:۱۲]
﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ میں درج ذیل دو قراءات ہیں۔

الف ﴿ بَلْ عَجِبْتَ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

ب ﴿ بَلْ عَجِبْتُ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراءت میں تعجب کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے صریح دلائل کے باوجود انکار آخرت پر تعجب کرتے ہیں اور وہ آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

جبکہ صیغۂ متکلم والی قراءت میں تعجب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جس سے ان کے انکار آخرت کے جرم کی سنگینی اور بڑھ جاتی ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صفت تعجب کی نسبت جائز ہے لیکن جس طرح اللہ تعالیٰ کا دیکھنا، سننا، کلام کرنا وغیرہ اور دیگر صفات ہمارے جیسی نہیں۔ ایسے ہی اس کا تعجب بھی ہمارے تعجب کی طرح نہیں۔ چونکہ قرآن و حدیث سے اللہ تعالیٰ کی طرف صفت تعجب کی نسبت ثابت ہے لہٰذا ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو ماننا واجب ہے البتہ ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی اسے بندوں کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت تعجب کا اثبات ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

”فقال ﷺ: «ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ أَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا» . [صحیح بخاری:۳۷۹۸]

② کلام کی صفت ایجاز اور قراءات

ایجاز کی تعریف

کثیر معانی کو تھوڑے الفاظ میں اس طرح سمو دینا کہ مقصود بھی پوری طرح واضح ہو جائے۔

کسی کے کلام میں ایجاز کا ہونا اس کے کمال، عقلی برتری اور زبان وفکر پر اس کی قدرت کی دلیل ہوتا ہے۔

ایجاز کی ضد اطناب ہے یعنی قلیل معانی کو کثیر الفاظ میں بیان کرنا۔ دونوں اسالیب کا استعمال موقع ومحل کی مناسبت سے کلام کو بلیغ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ ایک جاہل شخص سے بات کرتے ہوئے ایجاز کا استعمال اور ایک عالم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اطناب کو اختیار کرنا کلام کا نقص ہوگا۔

قراءات سے قرآن کریم میں یہ دونوں صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور ایک ہی لفظ کو دو مختلف قراءات میں پڑھنے سے دو مستقل مفاہیم حاصل ہوتے ہیں۔ متعدد قراءات سے پیدا ہونے والے یہ تمام مفاہیم ہی معتبر اور موقع ومحل کے مطابق ہوتے ہیں۔

ذیل میں ہم مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں کہ قراءات کس طرح ان دونوں اسالیب کو قرآن کریم میں جمع کر کے اس کی بلاغت میں اضافہ کرتی ہیں:

❶ مضارع کے صیغۂ خطاب کی صیغۂ غائب سے تبدیلی

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴾ [آل عمران:۱۵۷]

﴿ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

الف ﴿ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ مِّمَّا تَجْمَعُونَ ﴾ (صیغہ خطاب کے ساتھ)

دونوں قراءات کو جمع کرنے سے معنی میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنہیں تم یا وہ (جہاد پر نہ آنے والے) جمع کرتے ہیں۔ فعل کو کبھی ”تا“ اور کبھی ”یا“ کے ساتھ پڑھنا ’’ایجاز‘‘ کی ہی صورت ہے، کیونکہ اس طرح دونوں فریقوں کو الگ الگ الفاظ کے ساتھ متعین کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ صیغۂ غائب کے ساتھ پڑھنے سے معنی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان! اگر تم جنگ و جہاد میں شہید ہو جاؤ یا تم جہاد کی تمنا رکھنے کے باوجود موقع نہ پاسکو اور تمہیں طبعی موت آ جائے، دونوں صورت میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت ہے جو اس متاع حیات دنیوی سے کہیں بہتر ہے جس کو جمع کرنے کی خاطر تم میں سے کچھ لوگ جہاد کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ صیغۂ خطاب والی قراءت کا معنی یہ ہوگا کہ اے اہل ایمان!

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موت کا سبب صرف جہاد ہی نہیں، بلکہ یہ تو ہر حال میں آ کر ہی رہے گی لیکن اگر یہی موت تمہیں راہِ خدا میں آ گئی تو اس کے بدلے میں تمہیں جو اللہ کی مغفرت، رحمت اور شہادت ملے گی وہ دنیا کے ان عارضی فوائد سے حد درجہ بہتر ہے جن کو جمع کرنے کی خاطر تم تگ ودو اور محنت ومشقت کرتے ہو۔

② فعل کے کسی حرف کو مشدد یا مخفف پڑھنے کی تبدیلی

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَ لٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ﴾ [طٰہٰ:۸۷]

لفظ ﴿ حُمِّلْنَا ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

الف ﴿ حُمِّلْنَا ﴾ (صیغۂ مجہول اور میم مشدد کے ساتھ)

ب ﴿ حَمَلْنَا ﴾ (صیغۂ معروف اور میم مخفف کے ساتھ)

پہلی قراءت کا معنی یہ بنتا ہے کہ قوم موسیٰ کو سامری نے مجبور کیا اور ابھارا تھا کہ وہ زیورات اکٹھے کریں تاکہ بچھڑا بنایا جاسکے۔

جبکہ دوسری قراءت کا معنی یہ ہے کہ قوم موسیٰ کے لوگوں نے خود ہی زیورات اکٹھے کئے۔

ان دونوں مفاہیم میں تناقض نہیں بلکہ ان کو جمع کرنے سے معنی یہ بنتا ہے کہ سامری نے انہیں اس کام پر تیار کیا وہ اس کے دھوکے میں آ گئے اور برضا ورغبت یہ کام کیا۔ لہٰذا دونوں قراءات واقعہ کی وضاحت اور تفصیل میں باہم معاون ثابت ہوتی ہیں۔

بلا شبہ ان تمام تفصیلات کو ایک ہی لفظ میں سمو دینا ایجاز کی ہی صورت ہے جس کا حصول اس لفظ کو دونوں قراءتوں کے ساتھ پڑھے بغیر ممکن نہیں تو ثابت ہوا کہ قراءات اپنے اس ایجاز کی وجہ سے اعجاز قرآنی کا مظہر ہیں۔

③ قراءات اور ''التفات''

سامع کے مزاج میں تازگی اور نشاط پیدا کرنے کے لیے عام طور پر عرب لوگ اپنی باتوں میں رنگینی پیدا کرتے ہیں اور اچانک کلام کا رخ غیابت سے حضور کی طرف اور حضور سے تکلم کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے:

① ﴿ وَ اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ ...... ﴾[فاطر:۹]

''اللہ وہ ذات ہے جو ہواؤں کو چھوڑتا ہے۔ پس وہ بادل اٹھاتی ہیں۔ پس ہم اس کو کسی مردہ شہر کے لیے ہانک دیتے ہیں۔''

إمراء القیس کا ایک شعر ہے:

تطاول ليلك بالأثمد و نام الخلي ولم ترقد
وبات وباتت له ليلة كليلة ذي العائر الأرمد
وذلك من نبإٍ جاءني و خبرته عن أبي الأسود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے میری جان مقام اثمد میں تیری رات بڑی طویل ہوگئی ہے۔محبت سے خالی لوگ تو سوچکے ہیں لیکن تو جاگ رہا ہے۔ اور اس نے رات بسر کی اور اس کی رات نے بھی۔ جس طرح آنکھ میں تنکا پڑنے والا اور آشوب چشم میں مبتلا شخص کرتا ہے۔اور یہ خبر میرے پاس آئی ہے اور مجھے ابوالاسود کی موت کی خبر دی گئی ہے۔''

درج بالا قراءتوں کی توجیہہ

ليلك میں شاعر اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے۔ بات میں شاعر اپنے آپ کو غائب قرار دیتا ہے۔ جاءني میں شاعر اپنے کو متکلم بناتا ہے۔

التفات کی صورتیں

جمہور بلاغیین التفات کو چھ صورتوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم مجمل طور پر پہلے بیان کرآئے ہیں اب تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

① غیوبت سے حضور کی طرف

کبھی لغت عرب میں کلام کرتے کرتے غائب کو حاضر بنا دیا جاتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ربانی:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ سے لے کر ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ [الفاتحہ:۱،۵] تک ہے۔اسی صورت کے ضمن میں امام بیضاوی رحمہ اللہ تفسیر بیضاوی میں إمراء القيس کے اشعار بطور استشہاد کے پیش کرتے ہیں جن کو ہم اوپر بیان کرآئے ہیں۔

② خطاب سے غیوبت کی طرف

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ... ﴾ [یونس:۲۲]

③ غیوبت سے تکلم کی طرف

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اللّٰهُ الَّذِيْ أَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ ﴾ [فاطر:۹]

④ تکلم سے غیوبت کی جانب

اس کی مثال باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ ﴾ [الاعراف:۱۵۸]

⑤ کبھی التفات تکلم سے خطاب کی طرف ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [یٰسین:۲۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ خطاب سے تکلم کی جانب التفات

اس کے بارے میں شاہد کے طور پر ہم إمرا ء القیس کا شعر ذکر کر آئے ہیں۔

التفات کا قراءات میں پایا جانا

اگر قرآنی قراءات میں التفات کو دیکھنا چاہیں تو یہ ہم کو حروف مضارع میں تبدیلی (جو کہ نون، تاء اور یاء) کی صورت میں نظر آئے گا اور ان حروف کی تبدیلی سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ 'نون' متکلم کے لیے ہے، 'یاء' غائب کے لئے اور 'تاء' خطاب کے لیے ہے۔

ذیل میں ہم قراءات میں اس اسلوب کے استعمال کی مثالیں ذکر کرتے ہیں:

❶ صیغۂ غائب سے خطاب کی طرف التفات

جب غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا جائے اور منقول اِلیہ چیز مذموم ہو تو اس التفات کے عموماً درج ذیل مقاصد ہوتے ہیں:

① زجر و توبیخ ② خوشخبری دینا ③ منقول عنہ سے منقول اِلیہ کو ممتاز کرنا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴾ [آل عمران:۱۱۵]

اس آیت مبارکہ میں درج ذیل دو قراءتیں ہیں:

الف ﴿ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ تُكْفَرُوهُ ۗ ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

پہلی قراءت کا معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی بھی نیکیوں کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ ان میں سے نیک لوگوں کو اچھا اور بُروں کو بُرا بدلہ دے گا۔لیکن اہل کتاب سے مراد یہاں مومن اہل کتاب ہیں۔

اس قراءت کے الفاظ سیاق کے مطابق ہیں۔

جبکہ دوسری قراءت میں اللہ تعالیٰ نے مومن اہل کتاب کو خوشخبری سنانے کے لیے خطاب کا رُخ ان کی طرف موڑ کر براہِ راست انہیں مخاطب کیا ہے۔جس سے معنی میں مزید حُسن پیدا ہو جاتا ہے اور مومن اہل کتاب کی مزید حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

❷ خطاب سے غائب کی طرف التفات

اس قسم کا التفات مخاطب کو یہ احساس دلانے کے لیے ہوتا ہے کہ وہ اس خطاب کا اہل نہیں یا بعض اوقات مخاطب کے ادب کے پیش نظر ایسا کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام کے قصہ میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَانْطَلَقَا ۗ حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا ۗ قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ﴾ [الکہف:۷۱]

اس میں دو قراءتیں ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف ﴿ لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ﴾ (صیغۂ خطاب کے ساتھ)

ب ﴿ لِيَغْرَقَ أَهْلُهَا ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

دوسری قراءت میں اسلوب التفات استعمال کیا گیا ہے۔

گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کشتی ڈوبنے کی نسبت ادب کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں کی۔

جبکہ پہلی قراءت صیغۂ خطاب کے ساتھ ہے جو کہ ماقبل أَخَرَقْتَهَا اور مابعد لَقَدْ جِئْتَ کے موافق ہے۔

۳ صیغۂ غائب سے متکلم کی طرف التفات

اس قسم کا التفات عموماً معنی میں تعظیم پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ اس میں التفات نون متکلم کی طرف ہوتا ہے جس سے کسی ذات کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے۔اسی لیے نحوی نون متکلم کو نون تعظیم بھی کہتے ہیں۔البتہ موقع ومحل کی مناسبت سے اس التفات کے دیگر معانی مثلاً ثواب کا وعدہ یا عذاب کی وعید وغیرہ بھی مقصود ہوتے ہیں۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنجِيلَ ۝ ﴾ [آل عمران:۴۸]

اس میں درج ذیل دو قراءتیں ہیں۔

الف ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ وَنُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراءت سیاق کے مطابق ہے۔ جبکہ دوسری قراءت میں اسلوب التفات استعمال ہوا ہے اور اس میں زیادہ معنویت پائی جاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فعل، فاعل اور مفعول کو ایک ہی لفظ میں جمع کر کے اشارہ فرما دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام معبود نہیں بشر ہیں۔

۴ صیغۂ متکلم سے غائب کی طرف التفات

اس قسم کے التفات کا مقصد سامع کی توجہ مبذول کرانا ہوتا ہے۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۝...... وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ﴾ [آل عمران:۵۶،۵۷]

﴿ فَيُوَفِّيهِمْ ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

الف ﴿ فَيُوَفِّيهِمْ ﴾ (صیغۂ غائب کے ساتھ)

ب ﴿ فَنُوَفِّيهِمْ ﴾ (صیغۂ متکلم کے ساتھ)

پہلی قراءت میں صیغۂ متکلم سے غائب کی طرف التفات کیا گیا ہے، تاکہ عذاب کی نسبت اپنی طرف کر کے اس کی شدت کو مزید واضح کیا جائے۔

دوسری قراءت سیاق کے مطابق ہے، حالانکہ یہ قراءت ہمارے ہاں زیادہ معروف نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ قراءات اور ''وصل وفصل''

وصل وفصل کی لغوی تعریف

لغت میں فصل سے مراد دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ ڈالنا ہے اور وصل اس کی ضد ہے۔

اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں وصل سے مراد دو جملوں کو عطف کے ذریعے جوڑنا اور فعل سے مراد دونوں کو الگ الگ مستقل جملے بنانا ہے۔

کلام میں وصل وفصل کا خیال صرف وہی شخص رکھ سکتا ہے جس کے پاس علم بلاغت کا حظ وافر ہو، وہ طبعی طور پر اس کے محاسن کو جانتا اور عمدہ گفتگو کا ذوق رکھتا ہو کیونکہ یہ ایک انتہائی اہم، گہری اور پیچیدہ بحث ہے۔

علم بلاغت میں اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ادیب سے بلاغت کی تعریف پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا:

''بلاغت وصل وفصل کی معرفت کو کہتے ہیں۔''

[دلائل الإعجاز للجرجاني:۲۲۲،الإیضاح في علوم البلاغة ، للقزویني:۹۷]

بعض اوقات ایک قراءت میں لفظی رابط موجود ہوتا ہے اور دوسری میں محذوف۔ قراءات میں اس تبدیلی کا بلاغت قرآنی پر کیا اثر پڑتا ہے؟ درج ذیل مثال سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے۔

مثال: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ [البقرہ:۱۱۶]

﴿ وَقَالُوْا ﴾ میں دو قراءتیں ہیں۔

الف ﴿ قَالُوْا ﴾ (حذف رابط لفظی کے ساتھ)

ب ﴿ وَقَالُوْا ﴾ (اثبات رابط لفظی کے ساتھ)

اس سے پچھلی آیات میں چونکہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا تذکرہ ہورہا ہے اس لیے عطف والی قراءت میں اصلاً یہ قول اہل کتاب کا ہی ہوگا اور باقی تمام مشرک تبعاً اس میں شامل ہوں گے۔ جبکہ حذف واؤ والی قراءت میں سبھی مشرک لوگ اصلاً شامل ہوں گے۔

اُمید واثق ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد قارئین کے سامنے آغاز مضمون میں مذکور منکرین کے دعاوی کا بطلان بالکل واضح ہوچکا ہوگا۔ آخر میں ہم تمام منکرین قراءات سے درخواست کرتے ہیں کہ اپنے کورچشم کی وجہ سے سورج کے وجود کا انکار کرنے کی بجائے اپنی جہالت کا دوائے علم سے علاج کریں تاکہ وہ انکار قراءات کے اس سنگین جرم سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی سے بچائے۔ (آمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ